اشتراکی رُوس میں مُسلمان

اور

اِسلام سے متعلق رُوسیوں کی معاندانہ روش

(حاجی ایم۔ ترکستانی)

۱۹۷۰ء کے آخری ربع میں دو بین الاقوامی اسلامی کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔ پہلی کانفرنس کا انعقاد افرو ایشیائی اسلامک آرگنائزیشن کے تحت ۶ اکتوبر سے ۱۱ اکتوبر تک نبڈونگ کے مقام پر ہوا اور دوسری کا اسلامک کال کے زیر اہتمام ۱۲ دسمبر سے ۱۶ دسمبر ۱۹۷۰ء تک طرابلس کے مقام پر۔ دونوں کانفرنسوں میں جو قراردادیں منظور کی گئیں۔ وہ مستقبل میں دنیائے اسلام کی ترقی کے بارے میں نمایاں اہمیت کی حامل ہیں۔

طرابلس کے اجلاس میں اسلام کے خلاف اس پروپیگنڈے پر خاص توجہ دی گئی جو پوری دنیا میں اس وقت جاری ہے۔ نیز اس معاندانہ پروپیگنڈے کے خلاف ایک مہم چلانے پر بھی زور دیا گیا۔ لیبیا کے وزیر اعظم معمر القذافی نے اس مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: "لیبیا ایک مجاہد مُسلم قوم کا ملک ہے لہٰذا اسلام کے خلاف عیّارانہ اور مکّارانہ پروپیگنڈا کو شکست دینے کے لیے وہ اپنی ساری قوتوں اور صلاحیتوں کو مجتمع کرکے بروئے کار لائے گا۔"

اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کے ذرائع بہت وسیع ہیں مختلف افراد کے علاوہ متعدد سیاسی اور مذہبی گروہ اس میدان میں سرگرم عمل ہیں لیکن ان سب سے زیادہ خطرناک ایک طاقتور حکومت کا وہ سربراہ ہے جو ایک پوری قوم کے وسیع ذرائع کو اس ناپاک جنگ میں جھونک سکتا ہے جو عام طور پر مذہب کے خلاف اور بالخصوص اسلام کے خلاف لڑی جا رہی ہے۔ اس طاقتور حکومت سے میری مراد رُوس کی اشتراکی حکومت ہے۔ افرو ایشیائی اسلامک کانفرنس منعقدہ نبڈونگ میں بھی

یہ مسئلہ زیربحث آیا۔ وہاں مختلف ممالک کے نمائندوں نے روسی مسلمانوں پر سوویٹ یونین کے استحصالی اور ظالمانہ طرزِ عمل کی مذمت میں ایک خصوصی قرارداد منظور کی۔

روسی حکومت نے وعدہ کیا کہ ۱۹۶۹ء کی مردم شماری کے نتائج دسمبر ۱۹۷۰ء تک شائع کردیے جائیں گے لیکن وہ ابھی تک منظرِ عام پر نہیں آئے اس لیے ہم یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے کہ روس میں اس وقت کتنے مسلمان آباد ہیں۔ تاہم محتاط اندازہ یہ ہے کہ اب بھی وہاں ساڑھے تین، چار کروڑ مسلمان بستے ہیں۔ ان مسلمانوں میں اکثریت ترکستانیوں کی ہے جو روسی حکومت کے زیرنگیں، روسی ترکستان، وولگا اورل کی وادی۔ ماوراء قفقاز، شمالی قفقاز اور کریمیا کے علاقوں میں آباد ہے۔ ترکستان میں مسلمان آبادی ازبک، قازق، ترکمان، تاجیک، کرغیز اور قرہ کلپاک قبائل پر مشتمل ہے۔ تاتار اور باشقیر وولگا اورل کے علاقے میں رہتے ہیں۔ ماوراء النہر میں زیادہ تر آذربائیجانی آباد ہیں۔ شمالی کاکیشیا جوانمرد کوہستانی مسلمانوں کا گھر ہے۔ اور کریمیا میں ترکی تاتار آباد ہیں۔ یہ لوگ ساتویں اور نویں صدی کے مابین اسلام کی نعمت سے بہرہ ور ہوئے۔ معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی تاریخ میں ان لوگوں کے شاندار کارنامے اسی دور سے متعلق ہیں جب یہ مسلمان ہوچکے تھے۔ وسطی ایشیا اور یورپی روس میں اسلام کے دورِ عروج میں بخارا کو مرکزِ تہذیب اور سمرقند کو "شمشیرِ نور" سے تشبیہ دی جاتی تھی۔ ابوجعفر بن موسیٰ الخوارزمی۔ ابونصر۔ الفارابی۔ ابوعلی ابن سینا۔ ابوریحان البیرونی، الغ بیگ، برہان الدین مرغینانی۔ محمد بن اسماعیل بخاری، سلطان بابر اور اسی پایہ کی اور بہت سی برگزیدہ ہستیوں نے ترکستان میں قیام کے دوران ہی اپنی تالیف و تصنیف کا شاندار کام سرانجام دیا۔

آہستہ آہستہ مختلف طریقوں سے مسلمانوں کو روسی حکومت کے دائرۂ اختیار میں شامل کیا جاتا رہا۔ یہ سلسلہ ۱۵۵۲ء میں ظالم ایفان کے ہاتھوں قازان کی خانی کی تباہی سے شروع ہوا اور جب سرخ فوج نے ۱۹۱۹ء میں بخارا اور خیوا کی خانی کے علاقہ پر قبضہ کیا تو یہ سلسلہ مکمل ہوگیا۔ اس علاقہ پر روسی قبضہ کے بعد پوری چار صدیوں کی تاریخ سخت مزاحمت اور طویل اور خوفناک جنگوں کی تاریخ ہے جو روس میں زار کی شہنشاہیت، صوبائی خودمختاری کا دورِ حکومت اور سوویٹ اشتراکی سلطنت میں پھیلی ہوئی ہے۔ ان تینوں حکومتوں کے عہد میں مذہبی عقائد، معاشرتی آداب اور قومی اختلافات کے باعث مسلمانوں کے ساتھ اچھوتوں کا سا سلوک کیا جاتا رہا۔

شروع شروع میں زارِ روس نے مفتوحہ علاقوں میں لوگوں کو عیسائی بنانے کی پالیسی کا آغاز کیا اور وولگا اور ال کو اپنی خاص آماجگاہ بنایا۔ ۱۵۵۵ء میں اس انسانیت سوز طرز فکر و عمل کے ساتھ ساتھ تدریج مساجد مسمار کرنے کا عمل شروع کر دیا گیا اور ان کی جگہ کلیساؤں کی تعمیر شروع ہوئی۔ مسلمانوں کی زمینوں کو زبردستی چھین کر عیسائیوں میں تقسیم کیا گیا اور بعد کے دور میں تو یہ مہم نہایت ظالمانہ انداز میں جاری رکھی گئی۔ ۱۷۴۲ء تک صرف صوبہ قازان ہی میں ۵۴۶ مساجد میں سے ۴۱۸ منہدم کی جا چکی تھیں اس ایذارسانی اور اقتصادی غارت گری کے خلاف مسلمانوں میں شدید ردِ عمل پیدا ہوا۔ اس مکمل دور کو زار حکومتوں کے خلاف عام مظاہروں، بغاوتوں اور تشدد پسند تحریکات کا دور کہا جاتا ہے۔

اس اندھی بہری جارحیت کے خلاف اسلامی قوتوں نے بھی بھرپور مزاحمت کی جس سے ملتِ اسلامیہ کا الگ قومی وجود نشو و نما پانے لگا۔ مسلمانوں کی یہ مزاحمت بیکار نہ گئی اور زار حکومت مسلمانوں کے خلاف اپنی معاندانہ روش بدلنے پر مجبور ہو گئی۔ ۱۷۸۸ء میں مسلمانوں کو اپنی تنظیمیں قائم کرنے کی باضابطہ طور پر اجازت مل گئی۔ اگلے سال ۱۷۸۹ء میں انہیں اسلامی کتب اور لٹریچر کی اشاعت کے اختیارات حاصل ہو گئے۔ مذہبی رواداری کا یہ طرزِ عمل ۱۹۱۷ء تک قائم رہا جب زار حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا۔ اس عرصہ میں مسلمانوں کو تھوڑی بہت مذہبی آزادی حاصل رہی۔ وہ بغیر کسی رکاوٹ کے اسلام کی تبلیغ کر سکتے تھے۔ شریعت کا قانون ان کی معاشرتی زندگی میں نافذ رہا۔ اور دینی مدارس بھی قائم رہے۔ لیکن دینی مدارس میں قومی زبان کی تعلیم ممنوع تھی۔

صوبائی حکومتیں فروری ۱۹۱۷ء کے انقلاب میں قائم ہوئیں۔ ان کے عہد میں مسلمانوں کے سارے قومی مطالبات اگرچہ پورے نہ ہوئے تاہم مذہبی آزادی کی ضمانت دی گئی۔ دراصل ان حکومتوں نے زار کے عہدِ حکومت کی پالیسی کو قدرے اور وسعت دی اور مدارس میں بھی قومی زبان کی تعلیم کی اجازت دے دی گئی۔ مسلمانوں کے مزید مطالبات پر غور سے پیشتر ہی اکتوبر ۱۹۱۷ء میں بالشویک نے لینن کی قیادت میں صوبائی حکومتوں کا تختہ الٹ دیا اور اس طرح تاریخ میں پہلی بار مسلمانوں کو ایک ملحد اشتراکی حکومت سے واسطہ پڑا۔

سوویٹ اشتراکیت کی بنیاد مارکس کی جدلیاتی مادہ پرستی پر ہے اس لیے اس نظامِ حکومت کا

ایک مقصد عوام میں مذہب کی بنیادیں اکھاڑ کر مادہ پرستانہ نظریۂ حیات کو رواج دینا ہے۔ اسلام کے بارے میں بھی اس کا یہی ناپاک عزم ہے۔

اشتراکیت کا یہ نقطۂ نظر اسے عروج حاصل ہونے سے پہلے بھی سب پر عیاں تھا۔ ۱۹۰۹ء میں لینن نے "محنت کاروں کی جماعت کے مذہب کے ساتھ تعلق" نامی کتابچہ میں صاف صاف لکھ دیا تھا کہ "مارکس کا یہ مقولہ کہ مذہب عوام کے لیے ایک افیون ہے"، مارکسی فلسفہ کی بنیاد ہے۔ مارکسزم کی نگاہ میں موجودہ مذاہب، عبادت گاہیں اور مذہبی تنظیمیں سب کی سب سرمایہ داروں کی آلہ کار ہیں جن کا مقصد استحصال کی حمایت کرنا اور محنت کشوں پر بے جا بوجھ لادنا ہے۔

مذہب کے متعلق لینن کا یہ نظریہ نہ صرف سٹالن کے دورِ حکومت میں بطور اصول کارفرما رہا بلکہ خروشیف اور روس کی موجودہ قیادت بھی اسی پر کاربند ہے۔ البتہ اگر کوئی تبدیلی ہوئی ہے تو وہ صرف یہ کہ روسی حکمرانوں نے استبداد کے ہتھیار اور طریق کار میں کچھ تغیرات پیدا کر لیے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض اوقات مذہب کے متعلق اور خصوصاً اسلام کے متعلق وہ موقع و محل کی مناسبت سے منافقت سے بھی کام لیتے ہیں۔

اسلام کے متعلق سوویٹ پالیسی کو چار ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا دور ۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۸ء تک، دوسرا ۱۹۲۹ء سے ۱۹۴۱ء تک، تیسرا ۱۹۴۲ء سے جنگِ عظیم دوم کے اختتام تک اور چوتھا ۱۹۴۶ء کے آخر سے آج تک۔

اسلام کے ساتھ روسی مسلمانوں کی عقیدت اور محبت کے بارے میں اشتراکی پوری طرح آگاہ تھے۔ انہوں نے یہ بھی محسوس کر لیا تھا کہ اگر حکومت نے اسلامی طرزِ زندگی کو بزورِ قوت ختم کرنے کی کوشش کی تو اسے ایک شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑیگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ذہین و فطین انقلابی لینن نے بہت ہی محتاط قدم اٹھائے۔ اشتراکی انقلاب کے فوراً بعد دسمبر ۱۹۱۷ء میں عوامی نمائندوں کی کونسل نے روس اور مشرقی دنیا کے مسلمانوں کے نام لینن کے اپنے دستخطوں سے درج ذیل اپیل شائع کی:

"روس کے مسلمانو! وولگا اور کریمیا کے تاتاریو! سائبیریا اور ترکمان کے کرغیز اور سارتو! اور ماوراء قفقاز کے ترکو اور تاتاریو! اور کوہستانی نوجوانو! تمہاری مساجد کو غاصب زار نے منہدم کر دیا تھا۔ تمہارے اعتقادات اور تمہاری مذہبی رسومات میں دخل اندازی کی تھی آج

سے تم سب آزاد ہو۔ تمہارا ایمان، تمہاری روایات، تمہارے قومی اور معاشرتی ادارے سب آزاد اور ناقابلِ دخل اندازی ہیں۔ اپنی قومی زندگی کو جس طرح چاہو اپنی مرضی کے مطابق تشکیل دو۔ یہ تمہارا حق ہے۔ اور ہمارے پرچم دنیا بھر کے غلاموں کی آزادی کے ضامن ہیں۔"

اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد ۹ دسمبر ۱۹۱۷ء کو حکومت نے "مصحفِ عثمانی" (جسے زار نے سمرقند سے چرا کر سینٹ پیٹرز برگ، جس کو اب لینن گراڈ کہتے ہیں، کی لائبریری میں رکھا ہوا تھا) روسی مسلمانوں کی کانگرس کو پیش کر دیا۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کو اپنے علاقوں میں سول عدالتوں کے ساتھ ساتھ شرعی عدالتیں قائم کرنے کی اجازت بھی دے دی۔ یہ مراعات درحقیقت چالبازیاں تھیں جن کا مقصد اشتراکیت کے اصل عزائم کو چھپانا تھا۔

۱۹۲۲ء میں انہوں نے "ملحد" نامی ایک مجلہ جاری کیا۔ ۱۹۲۵ء میں ملاحدہ کی ایک انجمن قائم کی گئی اور اس طرح بڑے خفیہ طریقے سے اسلام کے خلاف مہم کا آغاز کیا گیا۔ مسلم علاقوں کے اخبارات اور رسائل میں ایک بنے بندھے منصوبے کے تحت خلافِ اسلام مضامین طبع کیے جانے لگے۔ تاہم اس پورے دور میں روسی سوشلسٹوں نے اسلام کے خلاف بہت محتاط رویہ اختیار کیے رکھا۔

بالشویک عہدِ حکومت میں اسلام کو جو ابتدائی مراعات دی گئیں اُن کی وجہ یہ تھی کہ ترکستان، کاکیشیا اور وولگا یورال کے علاقوں میں قومی آزادی کی جدوجہد میں مسلمانوں نے بھرپور حصہ لیا تھا۔ جونہی سوویٹ روس نے مسلمانوں پر تسلط قائم کر لیا، تو اسلام کے متعلق ان کے طرزِ عمل میں بنیادی تبدیلی پیدا ہو گئی۔ اب جو پالیسی اختیار کی گئی وہ مذہب اور خصوصاً اسلام کے سراسر خلاف اور معاندانہ تھی۔ ۱۹۲۹ء میں ملاحدہ کی انجمن نے نہایت جارح طرزِ عمل اختیار کیا۔ مساجد کی ساری جائدادیں ضبط کر لی گئیں۔ مسلم مدارس بند کر دیئے گئے، اسلامی عدالتیں ختم ہو گئیں۔ اور شریعت پر عمل روک دیا گیا۔ بالفاظِ دیگر ہر سمت سے اسلام پر یورشیں ہونے لگیں۔ اکیلے ترکستان میں چودہ ہزار مساجد پر تالے ڈال دیئے گئے۔ وولگا یورال کے علاقے میں مسدود مساجد کی تعداد سات ہزار اور کاکیشیا میں چار ہزار تھی۔ کریمیا میں ایک ہزار مساجد منہدم کی گئیں۔ یہاں تک کہ سارے علاقے میں ایک مسجد بھی ایسی باقی نہ رہی جس میں آزادی کے ساتھ عبادت کی جا سکتی ہو۔ مساجد کی کثیر تعداد مسمار کر دی گئی، اور جو باقی بچیں انہیں کلبوں، تفریح گاہوں اور گوداموں میں تبدیل کر دیا گیا۔ مسلمانوں کے ہزاروں ائمہ پر انقلاب دشمنی، رجعت پسندی

اور قوم پرستی کے الزامات لگائے گئے اور پھر ان بے بنیاد الزامات کی آڑ لے کر انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ حج بیت اللہ کی حکماً ممانعت کر دی گئی۔ بیسیوں خلافِ اسلام کتابیں، پمفلٹ اور سینکڑوں مقالات طبع کرا کے عوام میں تقسیم کیے گئے۔

اِس تشدد آمیز پالیسی پر ۱۹۴۱ء تک عمل درآمد ہوتا رہا۔ اسلام کو دبانے کی ساری کوششوں کے باوجود سوویٹ حکومتیں مسلم اقوام پر پوری طرح قابو پانے میں ناکام رہیں۔ مسلمانوں نے اپنے دینی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے نئے طریقے نکال لیے۔ ایک عالم نے اِس دور کے متعلق لکھا ہے کہ:

"اسلام کو زیرِ زمین جانا پڑا۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ مسلمانوں کی اسلام سے محبت میں کوئی کمی واقع ہو گئی بلکہ اس سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سوویت حکومت نے مذہبی فرائض ادا کرنے کی راہ میں کس قدر مشکلات پیدا کر دی ہیں۔ یہ حالات روسی مسلمانوں کو مجبور کر رہے ہیں کہ اپنے مذہبی احساسات کا اظہار نہ ہونے دیں بلکہ مذہبی فرائض کی ادائیگی کو اپنے خاندان اور مخصوص حلقوں تک محدود رکھیں۔ کیونکہ یہ حلقے حکام کی دسترس سے قدرے باہر تھے"۔

وسیع پیمانے پر مذہبی زندگی کا زیرِ زمین وجود ایک ایسی حکومت کے لیے بہت بڑا خطرہ ہے جو پوری زندگی پر حاوی ہونے کی آرزومند ہو۔ ۱۹۴۱ء میں جب ہٹلر نے روس پر حملہ کیا تو اس کا نتیجہ سامنے آ گیا۔ مذہبی پیروکاروں کے لیے اس حکومت کے حفظ و بقا میں کوئی خاص دلچسپی نہ تھی۔ لاکھوں افراد دشمن کے طرفدار ہو گئے اور مسلمانوں کو سزا دینے کے لیے روسی حکمرانوں کو یہ ایک نیا بہانہ مل گیا۔ ۱۹۴۳ء کے اواخر سے ۱۹۴۴ء کے اوائل تک چیچن، انگوش، کراچائی بلغار اور ایسے ہی شمالی کاکیشیا کے دوسرے مسلمان اور کریمیا کے تاتار، قتلِ عام اور نسل کشی کے بھیانک مصائب سے دوچار ہوئے اور انہیں ملک بدر ہونا پڑا۔ مگر اس کے ساتھ ہی سٹالن کو اسلام اور دوسرے مذاہب کے بارے میں اپنا ظاہری رویہ تبدیل کرنا پڑا۔ ۸ ستمبر ۱۹۴۲ء کو سوویٹ حکومت نے سرکاری طور پر اعلان کیا کہ اس نے اپنی مذہبی پالیسی تبدیل کر لی ہے اور نتیجۃً اشتراکی پارٹی کا مذہب سے متعلق معاندانہ پروپیگنڈا ختم کر دیا گیا۔ جنگِ عظیم دوم کے بعد روس میں چار مذہبی ادارے قائم کر دیے گئے۔ تاشقند کا ادارہ وسطی ایشیا اور قزاقستان کے لیے، یوفا کا ادارہ آر ایس ایف ایس آر کے لیے بوائی نکس کا ادارہ شمالی قفقاز کے لیے اور باکو کا ادارہ ماوراء القفقاز کے لیے قائم ہوا۔ ہر ادارے کا

ڈائریکٹر ایک مفتی کو مقرر کیا گیا جو مذہبی کونسل کی زیر نگرانی کام کرتا تھا۔ یہ مذہبی کونسل اشتراکی روس کی وزارتی کونسل سے منسلک تھی۔ تاشقند اور باکو میں ابتدائی اسلامی سکول بھی جاری کیے گئے اور ایک ثانوی سکول بخارا میں کھولا گیا۔ جنگِ عظیم دوم کے بعد بائیس مسلمانوں کا وفد تیار کیا گیا جو ہر سال سرکاری طور پر حج کے لیے روانہ ہوتا تھا۔

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ دوسری جنگِ عظیم کے دوران اور اس کے بعد سوویٹ حکومت کی پالیسی میں بظاہر جو لچک پیدا ہوئی وہ حقیقتاً مذہب کے متعلق کسی بنیادی تبدیلی کی مظہر نہ تھی۔ یہ لچک بالکل وقتی تھی۔ سوویٹ دستور میں جو پالیسی وضع کی گئی تھی ۱۹۳۵ء تک بدستور نافذ رہی۔ دستور کے پیراگراف ۱۲۴ میں درج ہے کہ "ہر شہری کو ضمیر کی آزادی کی ضمانت دینے کے لیے عبادت گاہوں کو حکومت سے اور تعلیمی اداروں کو عبادت گاہوں سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ مذہبی رسومات پر عمل کرنے یا مذہب کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کا ہر شہری کو پورا حق حاصل ہے اور اس حق کی ضمانت دی جاتی ہے۔" اس پیراگراف میں عوام کو دو حق دیئے گئے ہیں۔ عبادت کا حق اور خلافِ مذہب پروپیگنڈے کا حق۔ ظاہر ہے یہ دونوں حقوق برابر نہیں ہیں۔ ایک طرف عوام کو اجازت ہے کہ اپنی مرضی کے مطابق جس مذہبی گروہ کے ساتھ چاہیں تعلق رکھیں اور کسی مندر، گرجا یا مسجد میں جا کر عبادت کر سکیں، دوسری طرف کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ عبادت گاہ سے باہر نکل کر عوام میں اس عقیدہ کی تبلیغ کر سکے۔ المختصر کسی کو بھی حکومت کے نظریۂ حیات پر عوام میں گفتگو کی اجازت نہیں۔ حکومت نے مذہب کے خلاف پروپیگنڈے کے متعلق جو ڈرامائی طرزِ عمل اختیار کیا اس سے ان دونوں حقوق کی عدمِ مساوات کا مظاہرہ ہو گیا۔ حکومت کو ذرائع ابلاغ اور تعلیم پر پورا کنٹرول حاصل ہے۔ ان کے ذریعے جس غیر معمولی طاقت سے ملحدانہ پراپیگنڈا کیا جاتا ہے، اس کا مقابلہ کرنا، یا اس کے اثرات کو زائل کرنا کسی فردِ واحد کے بس سے باہر ہے۔ پھر معاملہ اسی پر ختم نہ ہوا بلکہ حکومت نے ضابطۂ تعزیرات کی دفعہ ۱۲۲ کے پیراگراف نمبر ۴ میں واضح طور پر یہ لکھ دیا کہ ریاست کے تعلیمی اداروں میں نوجوانوں کو مذہب کی تعلیم دینا منع ہے۔ اور اس جرم پر ایک سال یا اس سے کم مدت کے لیے قید کی سزا دی جا سکتی ہے۔

جنگ کے بعد سوویٹ حکومت کی دو رُخی پالیسی بالکل نمایاں ہو گئی۔ ایک طرف تو مسلمانوں کے مذہبی اداروں اور تین سکولوں کو کام کرنے کی اجازت دی گئی۔ منتخب افراد کو حج کے لیے مکہ روانہ

کیا جانے لگا اور شہروں میں چند ایک مساجد بھی واگزار کر دی گئیں۔ لیکن دوسری طرف ۱۹۴۶ء میں نظریۂ حیات کے مسئلہ پر اشتراکی پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے فیصلوں کے بعد مذہب کے خلاف پروپیگنڈے کی مہم کو ایک تحریک کی صورت دے دی گئی۔ یہ طرزِ عمل مسلسل جاری رہا۔ ۱۹۴۷ء میں انجمن ملاحدہ کی جگہ ایک کل جماعتی سوسائٹی ترتیب دی گئی جس کا مقصد سیاسی اور سائنسی علوم کی ترویج تھا۔ اس سوسائٹی نے جو ایک حکومتی ادارہ ہے روس کی سائنس اکیڈمی اور دوسرے اداروں کے ساتھ مل کر مذہب کے خلاف مسلسل پروپیگنڈا شروع کر دیا جو آج تک جاری ہے۔ اس سوسائٹی کی سرگرمیوں کو کمیونسٹ پارٹی ترتیب دیتی ہے اور وہی اس کا کنٹرول بھی کرتی ہے۔ اس سوسائٹی کا ایک رکن کلیمووِش (L. I. KLIMOVICH) ہے جو ماہرِ علومِ اسلامیہ کہلاتا ہے (یہ پیدائشی مسلمان ہے۔ اس کا نام کلیم صاف بتا رہا ہے کہ مسلمان ہے۔ اسی طرح سے ابراہیم کو ابراہیموف، اور اسماعیل کو اسمٰعیلوف قرار دے دیا جاتا ہے)۔ یہ شخص دعویٰ کرتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (نعوذ باللہ) ایک ایسی فرضی شخصیت ہیں جو اس دنیا میں کبھی مبعوث نہ ہوتے۔ وہ کہتا ہے کہ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) ایک مصنوعی شخصیت ہیں جنہیں آج تک اسلام کے آغاز کی گرہ کشائی کے لیے استعمال کیا جاتا رہا ہے..... اسلام ایشیائی جاگیرداروں کا نظریۂ حیات ہے اور قرآن سرمایہ داروں کی تصنیف ہے جسے سرمایہ داروں کے تسلط کو تحفظ دینے کے لیے گھڑا گیا ہے"۔ مذہب کے خلاف معاندانہ پروپیگنڈے کی موجودہ شدت اس امر سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ سیاسی اور سائنسی علوم کی ترویج کے لیے وجود میں آنے والی سوسائٹی کے ارکان نے صرف ازبکستان میں گزشتہ دو سالوں کے اندر الحاد کے حق میں ۲۰۰۰ تقاریر کیں۔ ازبکستان میں مذہب کے خلاف پروپیگنڈا کے لیے صرف یہی ایک سوسائٹی نہیں بلکہ بہت سے اور ادارے اور تنظیمیں اس کام میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ ماہنامہ ازبکستان کومونسٹی کے جون ۱۹۷۰ء کے شمارے کی اطلاع کے مطابق صرف ازبک سوویٹ سوشلسٹ ری پبلک میں ۲۱۸ ملحدانہ پروپیگنڈا کے تعلیمی ادارے موجود ہیں جن میں تین ہزار سے زیادہ طلبہ زیرِ تعلیم ہیں۔ علاوہ ازیں تاشقند میں ایک ایسا تربیتی ادارہ بھی ہے جس میں ملحد استادوں کو ٹریننگ دی جاتی ہے اور ازبکستان میں انتیس ۲۹ ایسی عوامی یونیورسٹیاں بھی کام کر رہی ہیں۔ مزید برآں اس رسالے کے مطابق ایک ہزار سے زاید افراد کمیونسٹ پارٹی کے تعلیمی اداروں سے ملحدانہ پروپیگنڈا کی خصوصی مہارت حاصل کر چکے ہیں۔ تاشقند اور تاجکستان ایسے

علاقوں میں واقع حکومتی یونیورسٹیوں میں ملحدانہ پروپیگنڈا کے ماہرین تیار کرنے کے لیے علیحدہ تنظیمی شعبے موجود ہیں ۔ ان شعبوں میں اسلام کے خلاف جدوجہد کے لیے خاص دستے تیار کیے جاتے ہیں ۔ ملحدانہ عجائب گھروں اور رہائش گاہوں کے ذریعے اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کیا جاتا ہے ۔ موجودہ حکومت کی نگاہ میں اسلام کے خلاف یہ پروپیگنڈا اس لیے بھی ضروری ہے کہ اشتراکی طرزِ حکومت کے نقطۂ نگاہ سے مذہب ان کی راہ کا سب سے بڑا سنگِ گراں ہے ۔ "ازبکستان کمیونسٹ" میں درج ہے کہ ہمارے زمانے میں مذہب ایسے نظریہ کا نام ہے جس کا مقصد صرف مارکسزم اور لینن ازم کی مخالفت ہے ۔ لہٰذا مذہب کے خلاف جدوجہد کرنے کی خاطر اور اس سے نفرت کے اظہار کے لیے سوویٹ حکومت فنون و ادب کے ذرائع بھی استعمال کرتی ہے ۔ اس وقت تاشقند میں اسلام کے خلاف ۵ ڈرامے دکھائے جارہے ہیں ۔ سکولوں کے اساتذہ کے لیے ایسے مقالے شائع کیے جارہے ہیں جن سے انہیں ادب کو مذہب کے خلاف استعمال کرنے کا ڈھنگ سکھایا جاتا ہے ۔

(باقی)

مشرقِ وسطیٰ کی تحریکِ اسلامی کے امام حسن البنا شہیدؒ کی لاثانی تالیف اردو میں پہلی مرتبہ

تعلیمات حسن البناء شہیدؒ

- اسلامی نظام کے فدائیوں کے لیے سرمایۂ بصیرت ۔
- ایک ایسی کتاب جس میں ولولوں کی بےتابی بھی ہے اور عزائم کی تابندگی بھی ۔
- تحریک اسلامی کے متوالوں کے لیے ایک ناگزیر کتاب ۔

عمدہ کاغذ ۔ نفیس کتابت ۔ قیمت ۱-۸۰ روپیہ

گلستان پبلیکیشنز ۔ ۴۰ اردو بازار ۔ لاہور